

انتخاب

ۛ

[برصغیر ہندو پاکستان کے مشہور عالم دین اور صاحبِ قلم مولانا محمد تقی امینی صاحبِ مظلہ کی تقریر موقر اساتذہ برہان دہلی بابت اپریل ۱۹۶۴ء کے حوالے سے بعدِ شکر یہ درج ذیل ہے۔ مولانا دھوت نے جن مسائل کا ذکر کیا ہے وہ پاکستان کے تمام اہل علم اور صاحبِ المراسے حضرات کی فوری توجہ کے مستحق ہیں۔]

جو یہ مسائل حل کرنا ہو یا سماجی خرابیوں کی وجہ سے مسلم پرسنل لا پر نظر ثانی ہو، اس قسم کے جملہ شرعی امور کے لئے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ ”اجماع“ کو متحرک اور جان دار بنایا جائے، ”اجماع“ دراصل قانون کو قابلِ عمل و قابلِ نفاذ بنانے کے لئے ایک قسم کا اختیار ہے جو شارعِ اصلی اور متفقینِ حقیقی کی طرف سے ان لوگوں کو عطا ہوا ہے جو فکری و علمی حیثیت سے اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اجماع کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قرآنی تعلیمات و منہجی تشریحات اپنے اپنے رنگ میں جامع ہونے کے باوجود ہر دور کی خرابیوں اور نئے پیدا شدہ حالات و مسائل کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ بلاشبہ الہی ہدایات اپنی جگہ کامل ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَعْمَدْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَضِیْتُمْ لَكُمْهُمُ الْاِسْلَامَ حَیْنًا (مائدہ) اپنی نعمت تمام کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا۔
لیکن کامل ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہر قسم کی سماجی خرابیوں پر قابو پانے کی تدبیروں اور ہر دور کے نئے پیش آمدہ مسئلوں کا تفصیلی ذکر ان میں موجود ہے۔ جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں ہے لا ادرایح حکمہ کل حادثۃ فی القرآنؐ ایسا نہیں ہے کہ ہر جزئی واقعہ و حادثہ کا حکم قرآن حکیم میں موجود ہے۔

ایسی حالت میں فطری طور پر کسی ایسی شکل کی ضرورت ہے جو وقت ضرورت موجودہ مسائل کا محل متعین کرتی رہے اور الہی ہدایات کی روشنی میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کر کے زندگی اور قانون میں ہم آہنگی پیدا کرتی رہے۔ ورنہ زمانہ کا "مفتی" بہت سے مروجہ مسائل کو مہمل قرار دیدے گا اور پیش آمدہ مسائل میں اپنا رنگ بھر کر لوگوں کو عمل کے لئے مجبور کر دے گا۔ اور پھر دین کے کمال کا دعویٰ باطل ہو جائیگا۔ اسلامی اصول قانون میں "اجماع" کو جس قدر زیادہ اہمیت حاصل ہے بد قسمتی سے اسلامی تاریخ میں اسی قدر بے توجہی برتی گئی ہے۔ شخصی حکومتوں کے زمانہ میں اس بنا پر حوصلہ افزائی نہیں کی گئی کہ حکومتیں عموماً ایسا کوئی "ادارہ" برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتی ہیں جو ایک طرف تو حالات و مسائل میں آزادانہ غور و فکر اور فیصلہ کا حامل ہو اور دوسری طرف عوامی رجحان کو مائل کرنے کی اس میں طاقت و صلاحیت ہو۔

در اصل اس سیاسی مفاد کی وجہ سے "اجماع" جیسے اہم اصول کو بروئے کار آتے رہنے کا موقع نہ مل سکا اور بعد میں یہ خیال عام ہو گیا کہ اجماع میں چونکہ جمیع امت کا اتفاق ہونا چاہئے اور یہ صورت حال تقریباً ناممکن ہے اس لئے اجماع کا انعقاد بھی ناممکن ہے۔ حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں۔

"اصل ثالث از اصول شریعت اجماع است باز اجماع یک متخیل اہل زبان است بمعنی اتفاق جمیع امت مرحومہ بحیثیت لایشد منہم فرد واحد نقصاً من کل واحد منہم خیال محال است ہرگز واقع نشدہ"

پھر آگے فرماتے ہیں :-

"اجماع کثیر الوقوع اتفاق اہل حل و عقد است از فقہان امصار این معنی در مسائل مصرحہ فاروق اعظم یافتہ می شود کہ اہل حل و عقد براں اتفاق کرہ اند"

اجماع کی ممکن العمل صورت یہی ہے کہ قانونی معاملات میں اہل حل و عقد کی ایک مجلس مشاورت قائم کی جائے

اور وہ حالات و مسائل میں غور و فکر کے بعد صحیح حل تجویز کرے جو ایک طرف کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو اور دوسری طرف ضروریات زندگی سے ہم آہنگی پیدا کرنے والا اور دشواریوں پر قابو پانے والا ہو۔

اجماع بحیثیت مجموعی ہدایت الہی کی کلی پالیسی اور بنیادی اصول کے تحت ہونا چاہئے علیحدہ علیحدہ قرآن و سنت میں اس کی سند ضروری نہیں ہے ورنہ اجماع سے کوئی خاص دائرہ نہ ہوگا یعنی جس امر پر اجماع ہوا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ قرآن و سنت میں اس کے لئے مستقل سند موجود ہو بلکہ اس کا اسلام کے بنیادی اصول اور اس کی کلی پالیسی کے تحت ہونا کافی ہے جیسا کہ فقہاء کی تشریحات سے واضح ہوتا ہے۔

البتہ جن لوگوں سے اجماع منعقد ہوتا ہے یا اصلاح کے مطابق جو اس معاملہ میں اہل حل و عقد کہلا سنے کے مستحق ہیں ان کا علمی اور اعلیٰ حیثیت سے معیاری اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے تاکہ قوم ان کے فیصلہ کو سند کا مقام دینے میں حق بجانب ہو، علمی حیثیت سے مثلاً:-

(۱) قرآن حکیم میں علم و بصیرت کا درجہ حاصل ہو صرف معلومات کافی نہ ہوں گے،
(۲) سنت نبوی کو روایت و درایت کے معیار پر جانچنے کے طریقہ سے واقفیت ہو اور اس کے صحیح مقام و محل کے تعین کی معرفت ہو۔

(۳) صحابہ کرام کی زندگی سے واقفیت اور ان کے اجماع و فیصلہ کا علم ہو۔
(۴) قیاس کے ذریعہ استدلال و استنباط کے اصول و قواعد معلوم ہوں۔
(۵) قوم کے مزاج، حالات و تقاضوں، رسم و رواج اور عادات و خصائص سے بھی واقفیت ہو۔
(۶) جدید رجحانات اور تقاضوں سے واقفیت کے لئے ایسے حضرات کو شامل کیا جائے جو زیر بحث معاملات میں سنجیدگی اور بصیرت کے ساتھ رائے دے سکیں۔

اجماع کے افراد کا اعلیٰ حیثیت سے اونچے اخلاق و کردار کا حامل ہونا ضروری ہے، مامورات پر عمل کرتے ہوں اور منہیات سے بچتے ہوں، اس کے لئے تقویٰ کا کوئی خاص معیار متعین نہیں ہے بلکہ فسق و فجور اور بری عادتوں سے پاک ہونا کافی ہے، اسی طرح زندگی کے حالات و معاملات میں غیر محتاط نہ ہونا چاہئے۔ اجماع کے انعقاد کے لئے صاحب صلاحیت افراد کا کثیر تعداد میں ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ نہ ہمایا ہونے کی صورت میں کم از کم تین سے بھی کام چل سکتا ہے۔

ایسے فیصلہ میں ہر حقیقت سے سب کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اکثریت کا اتفاق کافی ہے صحابہ کرام کی زندگی اور ان کے طرز عمل میں اس کا ثبوت ملتا ہے اور امام غزالی رحمہ فرماتے ہیں ۔
انه ينعقد مع مخالفة الاقل

قاعدہ کے مطابق اجماع منقطع ہونے کے بعد اسلام کے قانونی نظام میں اسے کافی اختیارات حاصل ہیں مثلاً :-

- (۱) حالات اور تقاضوں کے مطابق قرآن و سنت کی روشنی میں نئے قوانین وضع کرنا ۔
- (۲) پرانے اجماعی فیصلے جو حالات و مصلحت کے تابع تھے ان میں موجودہ حالات و مصالح کے پیش نظر مناسب ترمیم کرنا ۔
- (۳) وہ احکام جو بتدریج نازل ہوئے ہیں ، معاشرتی حالات کے لحاظ سے انہیں مقدم و مؤخر کرنا ۔
- (۴) وہ احکام جن میں عرب کے مقامی حالات ، رسم و رواج ، خصال و عادات ملحوظ ہیں ، ان کی روح اور پالیسی برقرار رکھتے ہوئے جدید حالات کے پیش نظر ان کے لئے نیا قالب تیار کرنا ۔
- (۵) وہ احکام جو وقتی تقاضا اور مصلحت کے تحت ہیں ، موجودہ تقاضہ اور مصلحت کے تحت ان میں مناسب ترمیم کرنا ۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جن احکام میں مختلف الرائے ہیں معقول دلیل کی بناء پر ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا ۔

(۷) فقہاء کی مختلف رایوں میں حالات و تقاضہ کی مناسبت سے ترجیحی صورت پیدا کرنا وغیرہ جن لوگوں نے الہی ہدایات کا وقت نظر اور وسعت نظر سے مطالعہ کیا ہے نیز مروجہ احکام و مآرم کے باب میں انبیائی طرز عمل کو سمجھنے کی کوشش کی ہے (جس کی تفصیل شاہ ولی اللہ رحمہ کی کتابوں میں آسانی سے دیکھی جاسکتی ہے) وہ اس حقیقت سے انکار نہ کر سکیں گے کہ ہدایت الہی کے پیش نظر ہمیشہ در مقصد رہے ہیں ۔

(۱) قلبی و روحانی اصلاح اور (۲) معاشرتی و تمدنی فلاح ۔ اس لحاظ سے ہدایت میں دو قسم کے قوانین پائے جاتے ہیں (۱) ایک وہ جن کی روح اور قالب یا معنی اور صورت دونوں ہی متعین اور

(۳) زمانہ کی کردوٹوں اور نئی نئی ضرورتوں نے ایسے حالات و مسائل پیدا کر دیے ہیں جن کا فقہ میں کوئی تذکرہ نہیں ہے البتہ اصولی اور عمومی رنگ میں ہدایت الہی ان سب کو شامل ہے مثلاً موجودہ دور کے مایاتی و سماجی نظام نے بہت سے مسائل (دکرتھل انٹرسٹ، انشورنس، کوآپریٹو سوسائٹیاں وغیرہ) ایسے پیدا کر دیے ہیں جن میں غمو فکر کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنا ہے اور مذہبی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے قوم و ملت کے مسائل کا حل

© rasailojaraid.com

ان کاموں کے لئے دوسری ضروری چیز اجتہاد کے بند دروازہ کو کھولنا ہے، بد قسمتی سے موجودہ دور میں جو طبقہ اجتہاد کا پُر زور حامی ہے وہ اس کے نشیب و فراز سے واقف نہیں ہے اور جو طبقہ کچھ واقفیت رکھتا ہے اس کی نظریں علاءِ عرصہ سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور اس کی کبھی سبھی گم ہو گئی ہے، فقہاء نے ان دونوں افراط و تفریط کی راہوں کی برائی بیان کی ہے۔ اور اجتہاد کو فقہ کا اصل مدار علیہ مدار الفقہ اور تکمیل ہدایت کا اہم باب قرار دیا ہے چنانچہ :-

ولا شك ان الاحكام التي تثبت بصريح الوجدى بالنسبة الى الحوادث الواقعة قليلة غاية القلة فلو لم يعلم احكام تلك الحوادث من الوجدى الصريح بقية احكامها مصلة لا يكون الدين كاملاً فلا بد من ان يكون للمجتهدين ولاية استنباط احكامها اسي طرح دوسری جگہ ہے :

فلا بد من حدوث وقائع لا تكون منصوفاً على حكمها ولا يوجد للآراء فيها اجتهد عند ذلك فاما ان يتروك فيها مع اهوائهم او ينظر فيها لغير اجتهد شعوى وهو ايضا اتباع للهوئى وذلك كله فساد

جن لوگوں کا مسلک ہے کہ ائمہ پر اجتہاد کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب قطعاً اس کی گنجائش نہیں ہے، یہ سب باتیں خواہشاتِ نفسانی سے تعلق رکھتی ہیں ان لوگوں

کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ ایسی بلغاتوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے یہ حضرات ان لوگوں میں ہیں جن کے پاس یہ حدیث نبوی ہے کہ وہ بفرمانِ پورچھہ فتویٰ دیتے ہیں جن سے خود بھی گمراہ ہوتے

من الذين حكم الحديث انهم افتوا

بغیر علمہ فضلو و ااضلو اعلہ
ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

وہے وہ لگ جو اجتہاد کے پُر زور حامی ہیں اور اس کے لئے مقررہ شرطوں اور صلاحیتوں کو نہیں سمجھتے
ہیں وہ بالعموم وہی ہیں جن کے دل سے قدامت کی قدر و قیمت نکل چکی ہے اور ماضی کی وہ عظیم الشان
ردائیں جن پر قومی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے ان کی نظریں فرسودہ اور غیر ترقی یافتہ بن چکی ہیں یہ اسلام کا ایک
جدید ایڈیشن تیار کرنا چاہتے ہیں جس کی تقریباً ہر چیز باہر سے برآمد کی گئی ہو، یہاں ان لوگوں کے طریق کار و
انداز فکر سے بحث نہیں ہے۔

کہنا صرف اس قدر ہے کہ مذہبی لوگوں میں اجتہاد کے سلسلہ میں اب تک جو رد و قدح چلتی رہی ہے
اب اس کا زمانہ ختم ہونا چاہئے ایک حد تک صاحب صلاحیت افراد ہر دور میں موجود ہوتے ہیں، انہیں کام
کی ضرورت کا شدید احساس نہیں ہوتا ہے یا اس کے مواقع نہیں میسر آتے ہیں جس کی بنا پر اجتہادی صلاحیتیں
بروئے کار نہیں آتی ہیں۔

بہر حال مذکورہ کاموں کی انجام دہی کے لئے اجتہاد کا بند دروازہ کھولے بغیر چارہ نہیں ہے، فقہار نے
اجتہاد کے لئے کافی سامان فراہم کر دیا ہے، اصول اور ضابطے مقرر کئے ہیں، کام کا انداز اور طریقہ بتایا ہے، کام
کر کے دکھایا ہے، اجتہاد کے لئے جس قسم کی صلاحیت درکار ہے اس کی نہایت تفصیل کے ساتھ وضاحت
کی ہے۔ اس سے زیادہ ہماری محرومی اور بے بصری کیا ہوگی کہ اس ذخیرہ سے فائدہ اٹھانے کو ہم جرم سمجھیں
یا خود فریبی میں مبتلا رہو کہ اس کی اہمیت نہ محسوس کریں۔

موجودہ حالات و ضروریات کے پیش نظر اجتہاد کے لئے اصرار کے باوجود ہماری رائے انفرادی اجتہاد
کی نہیں ہے بلکہ شورائی طرز کے اجتہاد کی ہے کہ علماء کی ایک صاحب صلاحیت مجلس زیر بحث مسائل میں
ضابطہ کے مطابق غور کر کے باہمی تعاون کے ذریعہ ان کا حل تلاش کرے۔

اس مجلس کو ادنیٰ چھ میمانہ پر اجتہاد کی ضرورت ہوگی اور نہ کوئی نئی راہ نکالنے کی اجازت ہوگی بلکہ فقہی
اصطلاح کے مطابق مجتہد مشتبہ نے جس طرح فرائض انجام دئے تھے ویسے ہی یہ مجلس انجام دے گی
مثلاً اخذ و استفادہ کے باب میں یہ مجلس وسعت سے کام لے گی، نہ تو بالکل آزاد و خود راہ ہوگی۔
اور نہ وقت ضرورت دوسرے امام سے استفادہ کو حرام جانے کی بلکہ ہر مسئلہ کو دلیل و بصیرت کی روشنی میں

سمجھ کر قبول کرے گی اور اطمینان حاصل کرنے کے بعد فیصلہ کرے گی۔

اسی طرح مختلف اقوال میں جب ترجیحی صورت نکالنے کی ضرورت ہوگی تو حالات و مقامات کی مناسبت سے مقررہ قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق بعض قول کو بعض پر ترجیح دے گی۔

اگر کسی مسئلہ میں نص صریح یا تعلیل صحیح متقدمین سے نہ ملے گی تو تحقیق و تلاش کر کے مسئلہ کو دلیل سے آراستہ کرے گی اور اس بات کا مکلف اپنے آپ کو نہ سمجھے گی کہ مسئلہ میں پہلے کی کبھی ہوئی ہر بات کی تقلید کی جائے خواہ اطمینان قلبی حاصل ہو یا نہ ہو اور موجودہ حالت کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

اور اگر مسئلہ کی سابقہ دلیل موجود ہے لیکن اس سے قلب مطمئن نہیں ہے اور وہ مسئلہ اجماعی نہیں بلکہ اجتہادی ہے تو یہ مجلس خود اجتہاد کے ذریعہ مسئلہ کو مضبوط بنائے گی۔

ایسے ہی جب نئی صورت حال پیش آئے گی یا حالات و مقامات کی تبدیلی سے مسئلہ میں تبدیلی کی ضرورت ہوگی تو یہ مجلس اس قسم کے فرائض بھی انجام دے گی۔

فقہ کی کتابوں میں، ائمہ اور ان کے شاگردوں کے مختلف اقوال میں مذکورہ صورت کی بہت سی غفائیں تلاش کی جاسکتی ہیں، یہ مجلس اجتہاد کے طریقہ میں آزادی ہوگی بلکہ وہی طریقہ عمل اختیار کرے گی جس کی نظیریں اور مثالیں موجود ہیں مثلاً پہلے زیر بحث مسئلہ کی روح اور مقصد سمجھنے کی کوشش کریگی پھر اس عور کرے گی کہ شارع کے پیش نظر اس کے ذریعہ کس قسم کی مصلحت کا حصول اور مضرت کا دفعیہ ہے پھر یہ دیکھے گی کہ اس کو مزاج اور ذہنیت کی تبدیلی میں کتنا دخل ہے نیز حاضری حالت اور سماجی زندگی کس حد تک اس کی روح اور اصل کردار کو جذب و انگیز کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد حل طلب مسئلہ کو اسی کے مناسب باب سے متعلق کرینگے اور نظائر تلاش کریگی پھر اس کی روح اور مقصد کو سامنے رکھ کر مقررہ قاعدہ کے مطابق بالترتیب قرآن و سنت، اجماع و قیاس سے اس کا تعلق جوڑے گی۔ بعض صورتیں ایسی ہوں گی جن کا حل آسان ہوگا، مضرت اصول و کلیات اور ضرورت و مصلحت میں صحیح تطبیق سے ان کا حل نکل آئے گا اور بعض میں دشواری پیش آئے گی اور ایسی حالت میں اختلاف ائمہ سے فائدہ اٹھانے کی بھی ضرورت پڑے گی لیکن ہر حال میں روح اور مقصد کو سامنے رکھنا ضروری ہوگا اور فقہی ضابطہ سے انحراف جائز نہ ہوگا ورنہ شریعت ہمواد ہوس اور سہل پسند کا "مازیچہ" بن کر رہ جائے گی۔

مجلس کو درج ذیل قسم کے کام انجام دینے ہوں گے۔
 (۱) مسلم پرسنل لا کے ان مسائل کی فہرست تیار کرنا جن میں حالات کی تبدیلی اور سماجی خرابیوں کی بنا پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔
 (۲) پرسنل لا پر عمل درآمد کے لئے سماجی خرابیوں اور ان کے ازالہ کی تدبیروں پر غور و فکر کر کے علی قدم اٹھانا۔

(۳) ان رسوم کے متعلق حکم شرعی کا اظہار جنہوں نے مسلمانوں کی ناانگنی زندگی کو نہایت دشوار و عذاب جان بنایا ہے، اور ان کے ازالہ کے لئے شرعی، اخلاقی اور قانونی کوشش کرنا۔
 (۴) نئے پرسنل لا کی تدوین اور اس کو منظور کرانے کی کوشش کرنا۔
 (۵) پرسنل لا کو نافذ کرنے کے لئے شرعی حاکم کے تقرر کے لئے جدوجہد۔
 (۶) جدید مسائل کی فہرست مرتب کر کے ترتیب وار ان کو حل کرنا،
 اگر جدید مسائل کو حل کرنے کی طرٹ فوری طور پر اجتماعی قدم نہ اٹھایا گیا تو مذہبی طبقہ مذہب سے بایوس ہو جائے گا اور بیاپھر اپنے کو مذہب کی خود ساختہ تعبیر کے حوالہ کرنے پر مجبور ہوگا۔

رہبرانِ ملت - آخر میں اتنی اور گزارش ہے کہ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھے لیکن افسوس ہے کہ مختلف وجوہ کی بنا پر اب تک نہ ہو سکا، یہ غالباً آخری وقت ہے، اگر اب بھی کام میں دہی وجوہ حائل بنے رہے تو قوم و ملت کا اتنا عظیم خسارہ ہوگا کہ اس کی تلافی کی کوئی امکانی صورت نظر نہیں آتی ہے اور قیامت کے دن جب ہم سے باز پرس ہوگی تو ہماری ساری خوش فہمیاں بے نتیجہ اظہارِ معذرت میں تبدیل ہو جائیں گی، اور کوئی بات بنائے نہ بن سکے گی! واخود عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بہ شکریہ ”برہان“ دہلی۔ اپریل ۱۹۶۷ء

مقامات فکر و نظر کون سمجھے
 یہاں لوگ نقشِ قدم دیکھتے ہیں